یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے تو نے مجھے یہ مہر و مہتاب۔ یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تو نے وہ اے ربّ ارباب۔ کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میں کیونکر گن سکوں تیرے یہ انعام۔ کہاں ممکن ترے فضلوں کا ارقام
ہر اک نعمت سے تو نے بھر دیا جام۔ ہر اک دشمن کیا مردود و ناکام
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا۔ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا۔ دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری ہر بات کو تو نے جلا دی۔ مری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی۔ تری نسلاً بعیداً بھی دکھا دی۔
جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

خواجہ صاحب آپ ایمان سے اور غور سے ہر ایک شعر کو پڑھیں تاکہ آپ کی ایمانی آنکھیں کھلیں۔ ورنہ پچھتاؤ گے اور آوارہ دشت ادبار ہو جاؤ گے۔ کس درد اور رقت سے دعائیں کی گئی ہیں۔ اور کس پیار اور لاڈ سے خداوند تعالےٰ سے مانگا گیا ہے۔ جس نے خود قبول کا وعدہ دیا ہے۔ اور بعض کا خود بطور پیشگوئی وعدہ فرمایا ہے۔ عام وعدہ قبولیت بھی اور خاص طور بھی بشارتیں فرمائی ہیں۔ ان کی قبولیت میں شک کرنا تو مسلمان کا کام نہیں ہے بلکہ کافر کا کام ہے۔ آپ مسلمان بنیں کافر نہیں تاکہ یہ سب اختلاف مٹ جائیں۔ اگر حضرت مسیح و مہدی کو آپ سچا سمجھ لیں۔ اور مستجاب الدعوات قبول کریں۔ اور سوا اس کے ایک احمدی کو چارہ نہیں ہے۔ ورنہ پھر بیہودہ اسکر یوطی کہنے پر گھبرائیں نہیں۔ ان اشعار کو پڑھ کر دو ہی راستہ ہیں۔ ایک رحمت کا دوسرا لعنت کا۔ اب آپ کو اختیار ہے رحمت کا راستہ چاہو اختیار کرو۔ چاہے لعنت کا۔ آپ فہیم ہیں عقلمند ہیں کوئی تاریک و نار راستہ میں نے پیش نہیں کیا۔ نہ پہاڑی پگڈنڈی بتائی ہے۔ بلکہ صراط مستقیم آپ کو دکھایا ہے جس پر چل کر مسلمان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور عام فہم اردو کلام حضرت سلطان القلم آپ کو سنایا ہے۔ کسی کج بیان اور غیر فصیح شخص کا کلام آپ کو نہیں دکھایا۔ آپ بھی ماشاء اللہ بچے اور ان پڑھ نہیں ہیں۔ بی۔ اے تک تعلیم ہے۔ وکیل ہو سمجھدار ہو لیڈر بننے کا دعویٰ ہے۔ لنڈن اور ووکنگ میں واعظ رہ چکے ہو۔ پھر یہ ناممکن ہے کہ اردو کلام نہ سمجھو ہاں جان کر مچلے ہو جاؤ۔ اور بے جا دلیلیں کرنے لگو تو یہ اور بات ہے ہم دنیا کے روبرو بمعہ آپ کی تحریر کے یہ کلام پیش کریں گے اور ہر منصف کو منصف بنائیں گے۔ اور ایمان سے پوچھیں گے کہ ان اشعار سے اور مندرجہ بالا الہاموں سے ایک احمدی کو کیا کرنا چاہیئے۔ میاں محمود احمد اور ان کے بھائی بہن کو خبیث شریر اور لالچی دنیا پرست قبول کرنا چاہیے۔ یا نیک پاک اور خدا کا برگزیدہ اور مرزا صاحب کا لخت جگر اور سعادتمند اولاد ماننا چاہیے۔ آخر دنیا میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں کچھ تمہارے خیال کے تو سارے آدمی ہی نہیں۔ اخباروں کے ایڈیٹر سوائے زمیندار کے ایڈیٹر کے اور بھی ہیں۔ تو چلو مولوی ثناء اللہ ہی ایمان سے کہہ دے کہ خواجہ سچا ہے۔ وہ تو تمہارے دوست ہیں۔ یا خود تم اور تمہارے چار یار قسم کھالیں کر یہ دعائیں مرزا صاحب کی قبول نہیں ہوئیں۔ اور اس کے یہ اسباب ہیں۔ اور الہام مندرجہ حضرت مرزا صاحب کے الہام نہیں تم نے خود بنا لئے ہیں۔ تم قسم کھاؤ اور پھر اسکا مزہ اٹھاؤ۔ کسی بات پر تو قائم ہو۔ اور رات دن کے فسادوں سے باز آؤ۔ اور مخلوق الٰہی کو یوں ہر وقت نہ بہکاؤ۔ کسی پلڑے تو پورے اترو۔ کوئی راہ تو اختیار کرو۔ اب روز بروز تم اور تمہارے ہمراہی حد سے گذرتے جاتے ہو۔ آخر اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس چاند سے اندھیرا دور ہو جائے گا۔ اور ایک عالم رجوع کرے گا۔ مگر تم محروم رہو گے۔ قادیان کی پاک زمین گویا تجھ پر حرام ہوگئی۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون

خواجہ تم چار دن کی خواجگی پر ناز نہ کرو۔ روپیہ آنی جانی چیز ہے اور عزت خدا کے ہاتھ ہے۔ اور وہ مومنوں کو ملتی ہے بے وفائی شریفوں کا کام نہیں ہے مسیح کی بیعت اور صحبت کا حق تم نے کیوں بھلا دیا۔ اس کے پہلے خادم نور الدینؓ کو کیوں بھول گئے۔ مسیح کے لخت جگر اور نور الدین کے داماد کو کیوں دکھ دیتے ہو۔ مخلوق الٰہی کو کیوں مغالطہ میں ڈالتے ہو۔ کیوں داغ بدنامی اپنے ماتھے پر لگاتے ہو۔ کیوں اپنی اولاد کے دشمن بنے ہو۔ اگر مسیح کی اولاد سے دشمنی کرو گے تو تمہاری اولاد تباہ اور برباد ہو جائے گی لڑائی چھوڑ دو۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔ تم توبہ کر کے اس ارض حرم میں آؤ۔ اور مسیح و نور الدینؓ کے مزاروں کی زیارت کرو۔ ایسے ایسے شیر جب گذر گئے۔ تو تمہارے جیسے گیدڑوں کی خدا کو کیا پرواہ ہے۔ اور اگر بالفرض بیس بیس سال اور جیئے تو کیا بناؤ گے۔ تقویٰ اختیار کرو تاکہ انجام بخیر ہو۔ اور آرام سے قبر میں سوؤ اور عذاب جہنم سے بچو۔ اور جواب دہی کی بلا تمہارے سر سے ٹل جائے۔ محمود احمد تو یوسف ثانی۔ اور تم اس کے بھائیوں کی طرح حاسد ہو۔ انجام کار اسی کے دربار میں ذلیل ہو کر آؤ گے۔ اب آجاؤ تو عزت سے آؤ گے اور زیادہ دکھ دے کر آؤ گے تو زیادہ ذلیل ہو گے۔

وقت ہے توبہ کا تم توبہ کرو۔ تہمتیں ہم پر نہ اے یار دھرو

خواجہ صاحب مجھے تم پر بار بار افسوس آتا ہے۔ بھلا کہیں چالاکیوں سے بغیر امداد الٰہی کسی کو ظاہری یا باطنی حکومت یا خلافت ہاتھ آتی ہے جو تمہیں ہاتھ آجائے گی۔ یہ تو خدا کی دین ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کس خاندان میں اپنی رسالت مقرر کرنی ہے۔ رسول کے پاک خاندان کو بدنام کرنا اور گالیاں دینا اعدائے الٰہی کا کام ہے۔ تمہیں تو اس خاندان کے طفیل ایمان ملا۔ ہدایت ملی۔ عزت ملی۔ دولت ملی۔ وجاہت حاصل ہوئی۔ پر تم کفران نعمت کرتے ہو یہ نہ خیال کرنا کہ بی۔ اے یا وکالت کے سبب سے تمہیں یہ رتبہ ملا۔ تمہارے جیسے وکیل اور بی۔ اے سینکڑوں پنجاب میں ہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ تمہیں جو کچھ ملا مسیح کے طفیل ملا ہے۔ اسے خوب یاد رکھو۔ اگر اس خاندان سے عداوت کرو گے تو پچھتاؤ گے اور نامراد ہو جاؤ گے۔ کیا تمہیں تمہارا نفس ملامت نہیں کرتا۔ اور تمہیں یاد نہیں کہ مسیح کی بیعت سے پہلے تم ایک دہریہ یا نیم عیسائی تھے۔ مسیح سے بیعت کر کے تم مسلمان مومن بن گئے۔

خواجہ اس مسیح کا نام لینا ووکنگ میں تم نے گوارا نہیں کیا۔ اور اس پیارے مسیح کے نام لینے کو تم نے سم قاتل بیان کیا تمہیں شرم نہ آئی۔ کاش! ایمان اور شرافت سے کام لیتے۔ اور دنیائے دوں پر لات مارتے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا بھی مل جاتی یعنی دنیا نہیں بلکہ پاک دنیا ملتی۔ اور ایسی ملتی کہ پھر وہ تم سے جدا نہ ہوتی یہ ٹھگی کی تو خدا جانے کتنے دن رہے گی۔ اور جس طرح گدھے کے سر سے سینگ اڑ گئے اسی طرح اڑ جائے گی:

مدرسہ احمدیہ کا غیر معمولی اجلاس

آج مورخہ ۱۶ ۸/۳۸ کو اساتذہ و طلباء مدرسہ کا ایک غیر معمولی اجلاس ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں باتفاق آراء پاس کی گئیں۔

(۱) شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری اس وقت تک باوجود مدرسہ احمدیہ سے خارج ہونے کے اور اشد ترین معاندین احمدیت سے ساز باز رکھنے کے اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ اس مقدس جماعت کو جو ایک نظام میں منسلک اور خلیفہ وقت کی جان نثار جماعت ہے یہ "اپنی جماعت" اور "ہماری جماعت" کے الفاظ اپنے ٹریکٹوں میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے نہ صرف یہ کہ پبلک کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم اساتذہ اور طلباء مدرسہ احمدیہ شیخ صاحب مصری سے کامل برأت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے اس فعل کو قابل نفرت خیال کرتے ہیں۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ خلیفہ اور مصلح موعود یقین کرتے ہیں۔ اور حضور کی کامل اطاعت کو عین احمدیت جانتے ہیں۔

(۲) اس ریزولیوشن کی نقول بحضور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اور پریس کو بھجوائی جائیں۔

۱۶ ۸/۳۸ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

اظہارِ حق

از شیخ عبدالحکیم صاحب احمدی شملوی

پھر دَورِ خسروی ہوا دنیا میں جلوہ گر
تجدیدِ عہدِ یار کا یہ رازدار ہے

اے احمدی تو مانگ کہ ہے وقتِ استجاب
عرشِ بریں پہ پہنچتی تیری پکار ہے

بادِ نسیم رحمتِ حق جوش پر ہے اب
اے طالبو اٹھو تمہیں کیا انتظار ہے۔

نورِ خدا کے سامنے مٹتی ہیں ظلمتیں۔
اب جامۂ جفا و ستم تار تار ہے

انوارِ صدق وسعتِ عالم پہ چھا گئے۔
اب عہدِ فضلِ عمر کا ہر دل شکار ہے

پردہ پڑا ہے عقل پہ کیوں اے عدوئے دین
تو حق سے لڑ کے فتح کا امیدوار ہے

دستِ فنا سے بچ گئے جو دین پہ مٹ گئے
مرنا خدا کی راہ میں تو وصلِ یار ہے

یہ شوخیاں تیری ہیں ہلاکت کی پیشرو
دیکھ اے عدو کفر سے تو ہمکنار ہے

سیرت میں تیری ظلم و ستم بغضِ اہلِ بیت
یہ سب و شتم جیت نہیں بلکہ ہار ہے

خدمت نہیں ہے دیں کی شکم پروری ہے یہ
اے بوالہوس تو نفسِ دُنی کا شکار ہے

حق پھیل کر رہے گا یہ ہے حکمِ کردگار
ظالم مٹائے جائیں گے یہ امرِ یار ہے

طبی عجائب خانہ پر پھر اک نظر

میں نے الحکم کے گزشتہ کسی نمبر میں قادیان کے ایک طبی عجائب گھر کا تذکرہ کیا تھا۔ بعد میں معزز معاصرین فاروق اور الفضل نے بھی شاندار الفاظ میں اس دلچسپ عجائب گھر کا تذکرہ کیا ہے میں آج دوبارہ اس طبی عجائب گھر پر قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ کہ اگر احباب اس عجائب گھر کی بوقلموں عجائبات سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ ہوں تو اس سے نہ صرف یہ کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی اشیاء دستیاب ہوں گی بلکہ اس کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ روپیہ کی آمد و رفت سے اس عجائب گھر میں مردہ اور مفید اشیاء کا جلد جلد اضافہ ہو سکے گا۔ اور اس طرح مخلوقِ خدا کے لئے نادر الوجود اشیاء اپنی اصلی شکل میں دستیاب ہو سکیں گی۔

فی زمانہ جعل سازی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ ہر ایک چیز میں جعل سازی برتی جاتی ہے۔ بازار سے جو چیز خریدو وہ بناوٹی اور نقلی ملے گی۔ آٹا۔ دال۔ گھی۔ مکھن وغیرہ کھانے پینے کی اشیاء ایسی ناقص ملتی ہیں۔ کہ جو مضرِ صحت ہیں۔ بناوٹی گھی جس میں مختلف قسم کے گھاسوں کے تیل۔ مختلف قسم کے جانوروں کی چربیاں ملا دی جاتی ہیں۔ وہ انسان کی صحت کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ کھانے کی دکان پہ چلے جاؤ۔ مرچ اور گرم مصالحہ کی کثرت سے ناقص اور ردی اور باسی کھانے لوگوں کو کھلائے جاتے ہیں۔ یہ بناوٹ ہر چیز میں اور ہر شعبہ زندگی میں موجود ہے۔ یہ سب کچھ انسان برداشت کر سکتا ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک چیز جو ناقابلِ برداشت ہے اور جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے

وہ ادویات ہیں

ادویات میں بھی غیر معمولی جعل سازی برتی جاتی ہے۔ مختلف قسم کے گھاس پھوس لکڑیاں دوائیاں بنا کر فروخت کی جاتی ہیں۔ مختلف طریقوں پر جعلی موتی۔ مرجان کستوری۔ عنبر سلاجیت جو چند پیسوں میں سیروں بن جاتی ہے۔ وہ سونے کے بھاؤ فروخت کی جاتی ہیں۔ اور عوام الناس کو تو ان چیزوں کی قطعی شناخت نہیں ہوتی۔ وہ بناوٹی چیزیں نہایت مہنگے داموں خرید کر نہ صرف اپنے روپیہ کا ہی نقصان کرتے ہیں بلکہ ان چیزوں کے استعمال سے اپنے جسم میں بے شمار امراض کو پرورش دینے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں آجکل صحت کا معیار بہت گر گیا ہے تپ دق اور سل کے مریض عام طور پر نظر آتے ہیں۔ اور ہر قسم کی بیماریاں عام ہو گئی ہیں۔ نہ خالص غذا میسر ہے۔ جو جسم کو مضبوط اور تندرست رکھے۔ اور نہ خالص دوا جو جسم کو بیماریوں سے نجات دلائے۔ ہر چیز میں بے ایمانی ہو رہی ہے ہاں چیزوں کو خوبصورت بنانے میں کمال کر دیا گیا ہے۔ جن سے آنکھ اور دماغ فوراً دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ ان حالات میں اصلی اور حقیقی اشیاء کو نہایت سستے داموں فروخت کر دینا میں سمجھتا ہوں سوائے ایک نیک اور مومن آدمی کے کسی کا کام نہیں۔ کیونکہ جب بناوٹی اشیاء آسانی سے مہیا ہو کر اصلی کے بھاؤ مل جاتی ہیں۔ تو کسی کو کیا ضرورت کہ وہ سردردی میں مبتلا ہو۔

پس ایسا شخص حقیقی معنوں میں بھی خیرخواہ خلائق سمجھا جائے گا۔ اس کی خدمات سے فائدہ اٹھانا ہمارا اپنا سو فیصدی فائدہ ہے۔

ان حالات میں

میں ہر ایک اس انسان کو جو یہ سمجھتا ہے کہ اصلی مفرد ادویات کو مہیا کرنا اپنے پیسوں کی حفاظت اور اپنی صحت کی سلامتی کی گارنٹی ہے۔ یہ مشورہ دوں گا۔ کہ وہ طبی عجائب گھر کی اشیاء سے فائدہ اٹھائے۔ اور اس عجائب گھر کی اشیاء کو ترویج دے کر اس کو اس قابل بنا دے کہ یہ عجائب گھر اپنی وسعت اور نادر الوجود اشیاء کے سبب سے پنجاب میں واحد ادارہ ہو۔ میں ذاتی طور پر اس عجائب گھر کی ترقی کا خواہاں ہوں۔ اس لئے مکرر تحریک سے بھی گریز نہیں کر سکتا۔ ہر قسم کی مفرد ادویات اور جواہرات کشتہ جات اس جگہ سے باآسانی دستیاب ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سی مرکب اشیاء جیسے محافظ شباب فولادی گولیاں۔ حب ہمزاد۔ دوائی دافع ذیابیطس وغیرہ بے شمار مرکبات بھی ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ احباب کو ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔

اور جو لوگ قادیان تشریف لائیں۔ وہ مولوی محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کی کوٹھی سے متصل ہی خان صاحب عبدالعزیز کے مکان المعروف طبی عجائب گھر میں آکر اپنے معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ خانصاحب نہایت شوق سے تمام عجائبات دکھانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ جواب طلب امور کے لئے ا ر کا ٹکٹ بھی ان کو بھیجنا چاہیئے۔ تاکہ وہ غیر مناسب بوجھ سے بچے رہیں۔ تمام خط و کتابت کے لئے اسقدر لکھنا کافی ہے

مینیجر طبی عجائب گھر قادیان

درخواست دعاء

(۱) حضرت مولوی ابو عبیداللہ وزیر آبادی جو تین ماہ سے مرض فالج میں بیمار ہیں احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں

جناب شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس سکھر پر دشمنوں نے چودہ مقدمات جھوٹے بنا دیئے ہیں۔ احباب دشمنوں کی ناکامی اور شیخ صاحب کی باعزت بریت اور اپنے منصب پر بحالی کی دعا فرماویں۔

میں کیوں کر مسلمان ہوا

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

(۲)

وہ فرمایا کرتی تھیں کہ قیام پاکپٹن میں ایک روز میں بھی محلہ کی عورتوں کے ساتھ تمہیں (راقم کو) انگلی لگائے بابے کی خانقاہ پر سلام کو چلی گئی۔ جدھر جدھر دوسری عورتیں جاتیں میں بھی ساتھ ساتھ جاتی۔ اور جہاں بڑی بوڑھیاں سلام کرتیں میں بھی عقیدت سے سر نیچا کرتی۔ اور سلام کر کے چڑھاوا چڑھاتیں۔

ایک جگہ ایک سفید ریش سبز عمامہ پوش بیٹھا تھا۔ وہاں بھی سب نے سلام کیا۔ اور میں بھی سلامی ہوئی۔ جب ہم سب عورتیں وہاں سے جانے لگیں۔ اور میں چونکہ بڑی بوڑھیوں کے پیچھے پیچھے رہتی تھی میں بھی اٹھی اور تمہارا (راقم کا) ہاتھ پکڑ کر چلنے کو تھی کہ اس سفید ریش بزرگ نے روکا۔ اور تمہیں (راقم کو) اپنی طرف بلایا۔ مگر میں نے گھبرا کر تمہارا ہاتھ مضبوط پکڑ لیا۔ اور پھر چلنے لگی۔ کیونکہ میری ساتھی عورتیں چند قدم آگے چل چکی تھیں۔ جب اس سبز عمامہ پوش سفید ریش نے دیکھا۔ کہ میں تمہیں (راقم کو) اس کی طرف جانے سے روکتی ہوں۔ تو وہ جوش میں بھری ہوئی آواز سے بولے "بیٹی یہ بچہ ہمارا ہے۔ بہتر ہے خوشی سے ہمیں دے دو۔ اس کی پیشانی میں ایک ایسی چیز ہے جو تمہارے کام کی نہیں۔ مان لو تو بھلا ہوگا۔ ورنہ پچھتاؤ گی"۔ (واللہ اعلم، (یہ ان الفاظ کا خلاصہ ہے۔ جو وہ اپنی زبان میں فرمایا کرتی تھیں)

والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں کانپ اٹھی۔ اور بجائے انگلی لگانے کے جلدی سے گود میں اٹھا کر وہاں سے ایسی بھاگی۔ کہ ساتھی عورتوں کا بھی مجھے خیال نہ رہا۔ اور پھر میں کبھی بھی اس خانقاہ میں نہ گئی۔ (عبدالرحمٰن قادیانی ۲۲-۸-۰۶)

پاکپٹن کے بعد میں کسی لمبے اور جنگلی سفر کی یاد تو دماغ میں پاتا ہوں۔ مگر نہیں کہہ سکتا کہ کس ضرورت اور حاجت یا انقلاب کے ماتحت وہ سفر میرے والدین کو پیش آیا۔ جس میں میں ان کے ہمرکاب تھا۔ مگر اتنا دل پر اثر ہے۔ کہ کوئی مشکلات ضرور تھیں۔ جن کی وجہ سے وہ سفر اچانک ہمیں کرنا پڑا۔

اس سفر کے نتیجہ میں جہانتک مجھے یاد ہے۔ میں اپنے والدین کے زیر سایہ تحصیل چونیاں ضلع لاہور کے بعض دیہات میں رہنے لگا۔ جو بعض سکھ سرداروں کی ملکیت تھے (ویریسنگھ والا بھاگو والا۔ گجن سنگھ والا۔ بٹی وغیرہ وغیرہ دیہات) اور وہاں میرے والد محترم مختار عام کی حیثیت سے ملازم تھے اس زمانہ میں میرے والد صاحب نے میری تعلیم کا انتظام ایک مقامی پنڈت کی زیر نگرانی کیا۔ جس نے مجھے مذہبی تعلیم نوشت وخواند کے ساتھ ساتھ بعض بعض وید منتر بھی یاد کرانے شروع کر دیئے۔ اور میری زبان کی صفائی اور روانگی کی وجہ سے زیادہ تر توجہ استاد صاحب کی زبانی تعلیم پر ہی مبذول ہوگئی۔ اور اس طرح بہت سے وید منتر مجھے یاد ہوگئے۔ جو عام طور سے سکھ سردار اور بڑے بوڑھے شغل کے طور پر سن کر خوش ہؤا کرتے تھے۔

اسی زمانہ کا ایک واقعہ اللہ پاک کی قدرت کا کرشمہ مجھے یوں یاد ہے کہ۔ ایک روز میرے والد صاحب نے تالاب کے کنارے کے سایہ دار درختوں کے نیچے (جہاں عام طور سے دیہاتی لوگ دوپہر کے وقت گھروں سے چارپائیاں لے جا کر سو جایا کرتے تھے) سے مجھے گھر سے نیا جوتا لانے کا حکم دیا۔ اور نشان اور پتہ تبلایا۔ کہ وہ جوتا کہاں رکھا ہے۔ کیونکہ گھر میں والد صاحب کے دو جوتے رکھے تھے۔

میں تعمیل ارشاد میں گھر پہنچا۔ والدہ محترمہ صحن میں دیوار کے سایہ تلے کسی کام میں معروف تھیں۔ میں سیدھا اندر چلا گیا۔ مگر مصلحت الٰہی اور منشاء ایزدی نے میرے دماغ سے مقررہ جوتا اٹھانے کا خیال نکال دیا۔ اور میں بجائے پہلے طاقچہ والے جوتے کو اٹھانے کے کمرہ کے انتہائی گوشہ کے طاقچہ کی طرف چلا گیا۔ جہاں دوسرا جوتا رکھا ہؤا تھا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ سبحان ذی الملک والملکوت والعزۃ والعظمۃ والھیبۃ والقدرۃ۔ والکبریا والجبروت

میرا اس کونہ میں پہنچنا تھا کہ یکدم سارے مکان کی چھت بیٹھ گئی۔ اور دھڑام کی آواز کی گونج سے محلہ بھر میں سناٹا چھا گیا۔ اور اتنا گرد و غبار اٹھا جیسا کہ بیسیوں آندھیاں اسی حلقہ میں جمع ہوگئی ہوں۔

اس دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی ایک دردبھری چیخ بلند ہوئی۔ اور آن کی آن میں گاؤں بھر کے مرد۔ عورت بچے بوڑھے آہ و بکا کی پکار کی طرف جمع ہوگئے۔ ماں کی مامتا نے میری محسن ماں کو اپنی جان کے خطرہ سے ایک منٹ کے لئے بالکل غافل کر دیا۔ اور وہ بے تابانہ ہرشیچندر ہرشیچندر پکارتی گرتی ہوئی چھت اور دیواروں کے اندر گھسی چلی گئیں۔ اور قدرت نے بھی ان کی غیر معمولی طور پر مدد فرمائی کہ وہ ہاتھ پاؤں مارتی۔ گرد و غبار چیرتی ہوئی مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئیں۔ جہاں نہایت ہی سہمی ہوئی آواز سے میں نے ان کی پکار کے جواب میں جی کہا۔ وہ میری آواز پر بڑھیں۔ اور مجھ سے لپٹ کر بے ہوش ہوگئیں۔

سینکڑوں لوگ جمع تھے۔ اور وہ حیران تھے کہ دھماکے کے ساتھ ہی نکلنے والی آواز کس کی تھی۔ اگر عورت کی تھی تو وہ ہے کہاں۔ جان کے خطرہ سے کوئی اندر گھسنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ ایک دوسرے کو۔ اور دوسرا تیسرے کو آگے بڑھنے کو کہتا۔ مگر سوائے ایک مرد کے کوئی آگے نہ بڑھا جو دوڑے بھاگتے آنے کی وجہ سے اتنا ہانپ رہا تھا کہ دم کھال میں نہ ہوتا تھا۔ وہ بے تحاشا بڑھا اور پکارنے لگا۔ ہرشیچندر ہرشیچندر۔ میں اب سنبھل چکا تھا۔ مگر والدہ بے ہوش تھیں۔ میں نے آواز کا جواب دیا۔ اور مجھ تک پہنچ کر والدہ سمیت زندہ سلامت باہر آنے میں کامیاب ہوگئے۔ والدہ محترمہ کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار مار کر اور منہ میں پانی ڈال ڈال کر ان کو ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی۔ جو چند منٹ میں سنبھل گئیں۔ اور چاروں طرف سے مبارک۔ مبارک کی آوازیں آنے لگیں۔

میں اگر مقررہ جوتا اٹھانے کھڑا ہو جاتا تو وہ ایسا موقعہ تھا۔ کہ ٹوٹ کر گرنے والا شہتیر یقیناً میرے سر پر پڑتا۔ جس سے جانبر ہونا ناممکن تھا۔ لہٰذا مشیت ایزدی نے میرے دماغ سے اس کا خیال نکال کر میری توجہ دوسرے جوتے کی طرف پھیر دی جو مکان کے شمال مشرقی کونہ میں رکھا تھا۔ خدا کی شان جہاں میں کھڑا تھا وہاں صرف چند فٹ چھت نہ معلوم کس سہارے پر ٹھہری رہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خدا نے ہاتھ دے کر بچا لیا تھا۔

نہیں معلوم کہ اسی واقعہ سے متاثر ہو کر یا بعض اور تحریکات کے ماتحت والد صاحب کا خیال میری تعلیم کے متعلق تبدیل ہوگیا اور انہوں نے مجھے چونیاں کے سکول میں جو ان مواضعات سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر واقعہ تھا۔ داخل کرا دیا۔ اور میری رہائش کا انتظام اپنی ایک ہم قوم چچی صاحبہ کے پاس کیا۔ جو کہ اپنے بڑھاپے اور بیوگی کے ایام نہایت صبر سے محنت و مشقت میں کاٹ رہی تھیں۔

چونیاں لاہور کے ضلع کی ایک مشہور تحصیل اور بہت پرانا شہر ہے۔ اس کے ارد گرد پرانے کھنڈرات میلوں میل تک چلے جاتے ہیں۔ اور سنا ہے کہ کسی زمانے میں ستلج و بیاس دونوں ملکر اس کے نیچے بہتے تھے۔

میرے خیالات بدستور ہندوانہ تھے۔ دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹھ اور شوالے مندروں میں جا کر گھنٹے بجانا۔ جگ راتے اور آرتیوں میں شوق سے شریک ہونا میرا کام تھا۔

سکول کو جاتے ہوئے اور واپسی پر دیوی دوارہ یا مندر راستہ میں پڑتا۔ سر جھکا کر ماتھا ٹیکے بغیر یا پرارتھنا کئے بغیر ہرگز نہ گزرتا۔ اور اس کو میں نیکی اور سعادت کا موجب یقین کیا کرتا تھا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ میں اپنی قومی رسوم کا نہایت سختی سے پابند تھا۔ اور خوشی سے ان کی پابندی کیا کرتا تھا۔ خواہ کتنی بھی مجھے تکلیف کیوں نہ ہو۔ میں ہر قسم کے برت رکھتا اور دیانت داری سے ان کو نبھاتا۔ حتّٰی کہ بعض قسم کے برت اسلامی روزہ سے بھی زیادہ لمبے ہؤا کرتے تھے وہ بھی رکھتا ہماری قومی رسم کے مطابق گنا کھانا ایک خاص وقت (غالباً اسوج کے آخر یا کاتک کے شروع تک) تک ممنوع تھا اور خاص پابندی تھی کہ جب تک مقررہ دن باقاعدہ دیوی دیوتاؤں کے سامنے اپنے جسم کا خون بطور بھینٹ نہ چڑھا لیتے گنا نہ کھایا جاتا تھا۔ میں باوجود بچپن کے صبر کرتا اور اس رسم کو خوشی سے ادا کرنے کے بعد گنا کھانے کا نام لیتا۔ دیوی دیوتاؤں کے سامنے نہایت عقیدت اور

شوق سے اپنے جسم کا خون گراتا۔ اور اس میں حوصلہ اور برداشت کا غیر معمولی نمونہ دکھلایا کرتا تھا۔ جس سے عموماً مجھ سے بڑے بھی گھبرایا کرتے تھے۔ میں عموماً سردی گرمی میں سویرے اٹھتا اور غسل کے لئے تالاب پر جایا کرتا۔ اور وہ وید منتر (جو دیہاتی زندگی میں مجھے میرے پنڈت استاد نے یاد کرائے تھے۔ اور موجودہ عمر اور مذہبی خیال کی واہی کی تربیت کے باعث وہ روح مجھ میں قائم تھی پڑھ پڑھ کر پوجا پاٹھ اور پرارتھنا کیا کرتا تھا۔

یہ اس زمانہ کے حالات ہیں جبکہ میری عمر نو دس یا گیارہ سال کی تھی یعنی ۱۸۸۷ء یا ۱۸۸۹ء کے زمانہ کے آس پاس۔

انہیں ایام کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ میرے بعض بڑے بھائیوں اور چچا وغیرہ نے جو رشتے میں سے تھے۔ ایک دن یہ منصوبہ کیا کہ ہرکشیچند رحقہ نہیں پیتا۔ جس کی وجہ سے اسے چلم کا بھرنا سلگانا بھی نہیں آتا۔ اور اسطرح یہ بڑوں کی خدمت بھی نہیں کر سکتا۔ آؤ اسے حقہ پلاکر حقے کا عادی بنائیں۔ تاکہ یہ بڑوں کی خدمت تو کر سکے۔ سب نے مل کر حقہ تیار کیا۔ اور مجھے درمیان میں لے کر بیٹھ گئے۔ باری باری کش لگاتے۔ جب میری باری آئی تو مجھے بھی مجبور کیا کہ کش لگاؤ۔ میں نے انکار کیا۔ اور انہوں نے اصرار کیا اور ناراضگی کی دھمکی اور ناصحانہ رنگ سے مجھے آمادہ کر لیا کہ میں بھی کش لگاؤں۔

میں عادی نہ تھا۔ اور مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ کش کسطرح لگاتے ہیں۔ آخر ان کے مجبور کرنے پر میں نے ایک لمبا سوٹا لگایا۔ سوٹا لگانا تھا کہ میری آنکھیں بھر گئیں۔ سر میں چکر آ گئے۔ اور تسلی ہو کر میں بیدل ہو گیا۔ اور ہوتے ہوتے تکلیف اتنی بڑھی کہ بیہوشی تک نوبت پہنچ گئی۔ میرا یہ حال دیکھ کر میرے بھائی بند اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا کہ "چھوڑو اسے یہ ہمارے کام کا نہیں"۔

اسی زمانہ کا ایک اور تکلیف دہ واقعہ مجھے یاد ہے۔ وہ یہ کہ ایک روز ویرسنگھ والا میں میری ایک خالہ مجھ سے ہنسی کر رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر چکر دیا۔ جس کے نتیجہ میں میری ایک ٹانگ ران میں شدید درد ہو گیا۔ اور بڑھتے بڑھتے ایسا بڑھا کہ میں اٹھنے بیٹھنے تک سے رہ گیا۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ گنٹھیر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے میں کئی ماہ تک خطرناک اور ناقابل برداشت دردوں کا شکار رہا۔ اور میرے والدین کو میری اس تکلیف کے باعث سخت مشکلات کا سامنا ہوا۔ سینکڑوں روپے علاج معالجہ پر صرف کئے۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جابجا علاج کے لئے مجھے اٹھائے لئے پھرتے۔ مجھے یاد ہے۔ اور میری آنکھیں آج بھی دیکھ رہی ہیں کہ بعض اوقات میرے والد بزرگوار مجھے کندھوں پر اٹھائے میلوں میل لے جایا کرتے تھے۔ ان کے احسانات کا خیال دل میں ایک جوش دعا پیدا کرتا ہے۔ مگر کیا کروں۔ ان سے بھی زیادہ محسن اور شفیق کا حکم کچھ اور ہے۔

آخر عرصہ قریباً ایک سال کے بعد ایک مقامی جراح کے علاج سے . . . .

. . . . . . خدا نے اس گنٹھیر کو اندر ہی اندر معدوم کر دیا۔ اور ایسا فضل کیا کہ اب تو مدتوں سے مجھے یاد نہیں کہ وہ تکلیف ہوئی کس ٹانگ ران میں تھی۔ الحمد للہ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ان سفروں اور نقل مکانی وغیرہ میں میرے دو تین سال ضائع ہو گئے تھے۔ مگر اب میرے والد صاحب نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ کچھ ہو کہیں جائیں مجھے بہر حال چونیاں کے سکول ہی میں رکھیں گے۔ چنانچہ پھر میں ۱۸۹۵ء کی جنوری یا فروری تک متواتر اسی سکول میں پڑھتا رہا۔ پہلے دادی صاحبہ کے زیر سایہ اور بعد میں والدہ صاحبہ کی زیر نگرانی اس عرصہ میں ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ جناب والد صاحب کسی سادھو کی صحبت میں رہنے کے باعث اس کے ایسے گرویدہ ہو گئے کہ ملازمت ترک کر کے اس کے ساتھ ہو لئے۔ اور دور کہیں گوالیار کے پہاڑوں اور جنگلوں میں۔ اور کہیں ہمالیہ اور بندھیاچل کی چوٹیوں پر بعض جڑی بوٹیوں کی تلاش میں ایسے سرگردان رہے کہ دو تین سال تک ان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ اور والدہ محترمہ نے گھر کا اندوختہ اور ضروریات تک اٹھا اٹھا کر ہماری پرورش کی۔

اسی زمانہ کی ایک یاد مجھے آج تک میرے دل میں تازہ ہے۔ کہ مجھے والد صاحب کی گمنامی کا علم ہو گیا (والدہ محترمہ نے باوجود تکلیف اور تنگی کے ہمیں اس بات کا علم نہ ہونے دیا تھا) تو میں نے اپنی مہربان والدہ سے عرض کیا کہ آپ تسلی رکھیں گھبرائیں نہیں۔ میں نے خط لکھنا تو سیکھ لیا ہے۔ اب سکول کو چھوڑتا ہوں۔ اور محنت مزدوری کر کے جو کچھ حاصل کر سکوں گا۔ آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا کروں گا۔ آپ میرے بھائی بہنوں کی اچھی طرح پرورش کریں۔ اور ان کو اچھی تعلیم دلائیں۔

مجھے یاد ہے کہ میری والدہ صاحبہ پر میرے ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ مجھے چھاتی سے لگا کر زار و قطار رونے لگیں اور مجھے تسلی دی کہ نہیں تمہارے ابا کا خط آ گیا ہے۔ وہ جلدی آتے ہیں۔

خدا کی شان والدہ نے تو محض میری تسلی کے لئے یہ کچھ کہا تھا۔ مگر چند ہی روز گزرے ہوں گے۔ کہ والد صاحب کی طرف سے خط اور خرچ آ گیا۔ اور ساتھ ہی اطلاع آ گئی کہ خود بھی جلدی آ رہے ہیں۔ چنانچہ جب وہ تشریف لائے تو ان کے خیالات ہوسانہ تھے۔ سینکڑوں روپیہ گھر پر آ کر بھی انہوں نے دوائی دارو اور نسخہ جات کیمیا کی نذر کر دیا۔ اور سیکھا تو صرف یہ کہ گندھک اور پارہ کا گلاس بنا لیا کرتے تھے۔ اور بس۔

آخر تنگ آ کر ان چیزوں کو چھوڑا۔ اور پھر ملازمت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور پٹواری محکمہ سرکار میں حاصل کر لی۔

میں سکول کی تیسری جماعت پاس کر کے چوتھی میں گیا تھا کہ چوتھی کے بعد یا پانچویں میں۔ (کچھ ٹھیک یاد نہیں) اس زمانہ میں جماعت کے کورس میں (ٹیکسٹ) ایک کتاب رسوم ہند بھی داخل تھی۔ اور سکول میں سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔ میں نے بھی اس کتاب کو پڑھا۔ جس طرح اور ہزاروں طلباء اس کو سالہا سال سے پڑھتے چلے آ رہے تھے۔

مگر

مجھ پر اس کتاب نے ایسا مقناطیسی اثر کیا کہ میری کایا پلٹ گئی۔ میں ظلمات کی گھٹا سے نکل کر اجالے کی طرف آ گیا۔ اور میرے خیالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ بت پرستی کے موروثی جذبہ پر بت شکنی و وحدت پرستی کا فطرتی نور غالب آ گیا۔ اور میں قید بت خانہ و بتاں سے نجات پا کر خدائے واحد یگانہ کا آرزومند بننے لگ گیا۔ میرے دل کی کھیتی میں جب اسلام کا پہلا پاک اور مقدس تخم اسی قیمتی کتاب کے مطالعہ سے بویا گیا۔ جس کے مصنف نے نہ معلوم کس پاک نیت اور نیک ارادے سے اس کتاب میں نور اور ظلمت کو ایسے رنگ میں یکجا جمع کر دیا۔ کہ فطرت سلیم اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔

اور مجھے معلوم ہے کہ میری طرح بہت سے تشنگان حق کی سیری کا فخر اس کتاب کو مجھ سے پہلے بھی حاصل ہو چکا ہے اور بیسیوں گمگشتگان راہ ہدایت کی راہنمائی و راہبری کا وہ موجب ہو چکی ہے۔

قابل اور نیک دل مصنف نے بغیر کسی اشارہ یا کنایہ کے اور بغیر کسی ایک بھی تبلیغی فقرہ لکھنے کے ابتدا میں مذہبی رسوم ورواج ان کے اکابر کے بعض حالات اور معاشرتی آئین درج کر دئیے ہیں۔ اپنی طرف سے نہ کوئی جرح کی ہے نہ تنقید۔

دوسرے حصے میں مسلمانوں کے عقاید رسوم رواج اور انبیاء کے حالات درج کر کے آخر میں ایک سبق آموز افسانہ لکھ دیا ہے اور بس۔

طرز تحریر بالکل غیر جانبدارانہ ہے۔ اور واقعات مندرجہ کی صحت و اصلیت کی تصدیق کتاب مذکورہ کو ٹیکسٹ بک (نصاب تعلیم مروجہ وقت) کر کے دونو قوموں کے نمائندوں نے کر دی تھی۔ کتاب کیا تھی ایک شفاف آئینہ تھا۔ جس میں نور اور ظلمت دونوں کا فوٹو ہو بہو (اس زمانہ کے خیالات اور تحقیق کے مطابق) یکجا جمع تھا۔ اور ہر فطرت اپنی استعداد و قابلیت اور مناسبت کے لحاظ سے اپنے ہم جنس کی طرف جھک جانے پر مجبور تھی۔

چنانچہ اللہ تعالے نے ایک زمانہ تک سینکڑوں ہی نیک فطرت انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کی عزت اس کتاب کو بخشی۔ مگر آخر کار متعصب اور مالدار سرکاری اداروں پر قابو یافتہ ہندوؤں کی کوشش کا شکار ہو کر نصاب تعلیم سے خارج کر دی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے خیالات کا یہ انقلاب ۱۸۸۹ء۔ ۱۸۹۰ء یا زیادہ سے زیادہ ۱۸۹۱ء سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالے کی شان ہے کہ اسی زمانہ میں چونیاں میں عیسائی مشنریوں نے دھاوا بول رکھا تھا۔ اور ان کے مناد اور ان کے پرچر نئے نئے رنگ میں لوگوں کا متاع ایمان چھین لینے اور ان کے مذہبی عقاید پر ڈاکہ ڈالنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے کبھی تو وہ اپنے خاص انداز اور شان و شوکت کی نمائش کرتے۔ کبھی بچوں اور نوجوانوں کے دل موہ لینے کے وسائل اختیار

اختیار کرتے - اور کبھی کبھی نہایت ہی خوبصورت اشیاء کی تقسیم عام کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا کرتے - اور تماشے اور تصاویر دکھا کر نوجوانوں کے دل لبھاتے - اور طمع دیکر پھانسنے تک سے بھی دریغ نہ کیا کرتے -

دوسری طرف ہندو قوم چونکہ بڑی ہوشیار اور موقعہ شناس واقعہ ہوئی ہے - اس نے جب عیسائیوں کی سرگرمیوں کو دیکھا تو اپنی نئی پود کو سنبھالنے کی کوشش و فکر میں لگ گئے - اور آریوں نے نت نئے جلسے جلوس اور نگر کیرتن کے رنگ جمانے شروع کر دیئے - ان کے بڑے بڑے اپدیشک آتے - لیکچرز ہوتے اور بحث مباحثہ کے اکثر اکھاڑے لگے رہتے -

اس طرح ہندوؤں نے تو اپنی عقلمندی سے اپنے نوجوانوں کا رُخ پلٹ دیا - اور جو رنگ عیسائی مناد اختیار کرتے ہندو بھی ان سے پیچھے نہ رہتے - گانے بجانے میں تو آریوں کی شرکت کی وجہ سے آریوں کے اکھاڑے عیسائیوں سے بھی بارونق ہو جایا کرتے

باقی رہ گئے بچارے مسلمان جو بے سری فوج یا بغیر دولہا کے برات تھے - منتشر اور بکھری ہوئی بھیڑوں کی طرح ان کو جو چاہتا اچک لیتا تھا - کوئی نگران نہ تھا - نہ کوئی پاسبان - بعض خاندانی لوگ عیسائیت کا شکار ہو گئے - اور بعض آرین خیالات کی وجہ سے دہریہ بن گئے -

غرض وہ زمانہ بھی عجیب کشمکش تھا - اور چونیاں کا شہر ریلوے سے دور ہونے کی وجہ سے عیسائیوں اور آریوں کا ایک شکارگاہ بن رہا تھا - اور عام حالات کے لحاظ سے کہا جا سکتا تھا - کہ دونوں کا حملہ اسلام کے خلاف تھا -

میرے قلب کی بھی عجیب کیفیت تھی - اسلام کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی تھی - اور حلاوت ایمان میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی - مذہب اور خدا کا خیال میرے دل میں نمایاں جگہ لے چکے تھے - اس لئے میں عیسائیوں کے لیکچروں میں بھی چلا جاتا - کیونکہ وہ بھی خداوند خدا خداوند خدا کے نام سے پکارتے اور بلایا کرتے تھے -

میں آریوں کے جلسوں اور جلوسوں میں بھی شریک ہو جایا کرتا - کیونکہ وہ بت پرستی کے خلاف - اور توحید کی تائید میں گیت گاتے - اور پکار پکار کر ایشور پرماتما سرب شکتی مان کے نام پر پکارا کرتے تھے -

میں خیالات کے لحاظ سے ایک طرف سے تو بالکل کٹ چکا تھا - اور نیا پیوند میرا ابھی بالکل تازہ تھا - جسے کوئی پانی دینے والا اور سینچنے والا نہ تھا - گو قلبی کیفیات کے لحاظ سے مجھے ایمان اور تسلی تھی کہ اسلام (جسے میں ابھی تک صرف کے لحاظ سے جانتا تھا - اس کی تفاصیل اور کیفیات سے مطلق نا آشنا تھا) ہی سچا مذہب ہے - اور یہ بات میں نہیں سمجھتا کہ میرے دل میں میخ فولاد کی مانند گڑ گئی تھی - مگر تاہم عیسائیوں اور آریوں کی مجالس میں شریک ہوتا کہ شاید وہی چیز جس کی مجھے تلاش ہے انہیں کے ہاں ہے -

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مجھے کبھی بھی ایک لمحہ کے واسطے ان خیالات کے بڑے سے بڑے لیکچراروں کے عالمانہ خطبے اور لیکچر سن کر اس چیز کی صداقت میں شک و شبہ نہ پیدا ہوا - جس کو خدا نے اپنے فضل سے خود اپنے ہاتھوں سے میرے دل میں گاڑ دیا تھا - بلکہ میرا ایمان اور یقین اور بھی ترقی کرتا چلا گیا - اور اگرچہ روحانی پودے کی آبیاری کرنے والے کو بھی ظاہری سامان موجود نہ تھے - بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا (کیونکہ مسلمانوں پر مردنی چھائی ہوئی تھی - اور وہ خواب غفلت میں تھے اور کفر موجزن تھا) مگر وہ بیج خدا سے غذا پاتا اور بڑھ کر مضبوط ہی مضبوط ہوتا چلا گیا - الحمد للہ

اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی باریک در باریک حکمت اور مصلحت کے ماتحت یکے بعد دیگرے دو خواب دکھا کر میرے ایمان کو تازہ اور زیادہ مضبوط بنا دیا -

پہلا رویا جو مجھے دکھایا گیا اس میں قیامت کا نظارہ تھا جو اپنی ساری تفاصیل اور کیفیات (میرے اس وقت کے خیالات اور علم وسعت کے مطابق) کے ساتھ مجھے ایک کمرے کے اندر دکھایا - جو بمشکل دس فٹ × دس فٹ ہوگا - اور وہ اس سکول کا دفتر تھا - (ان دنوں چونیاں کا مدرسہ شہر کے جنوبی جانب واقعہ تھا - جو بعد میں شہر کے شمالی جانب آبکاری کی جگہ پر نیا سکول بن جانے پر نیلام ہو کر غلہ منڈی میں تبدیل ہو گیا)

یہ ایک نظارہ تھا جو مجھے دکھایا گیا - اس میں کوئی آئندہ کی خبر تھی - نہ علمی بات - گو یہ محض ایک نظارہ تھا - مگر اس سے میرے دل کو وہ طاقت ملی اور میرے ایمان میں اتنی تازگی آئی کہ آج تک بھی میں اس اثر لذت اور قوت شوکت کو محسوس کرتا ہوں - اور حقیقت یہ ہے کہ واقعی وہ اب قیامت تھی جو میرے پہلے خیالات پر آئی - یا عیسائیوں اور آریوں کے خیالات سن سن کر اگر کوئی اثر مجھ پر نہاں در نہاں ہوا بھی تھا تو ان خیالات پر بھی ویسی ہی قیامت آ گئی تھی : واللہ اعلم

دوسرا خواب بھی قریباً قریباً اسی زمانہ میں یہ دکھایا گیا - کہ ایک وسیع اور شفاف قطعہ آب ہے - جس میں بعض آدمی اور جانور بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں - میں اس میں تیرتا اور غسل کرتا پھرتا ہوں - پانی اتنا گہرا نہیں کہ مجبوراً مجھے تیرنا پڑتا ہو - محض شوق کے طریق سے کبھی کبھی تیرتا ہوں - اور کبھی کھڑا ہو جاتا ہوں -

اچانک ایک نگرمچھ (گھڑیال) مجھ پر لپکا - اور اس نے مجھے نگلنا شروع کر دیا - پہلے پاؤں پکڑے اور ہوتے ہوتے کمر تک مجھے نگل گیا - جب میں نے دیکھا کہ میرے جسم کا نصف حصہ ایک خطرناک اور زبردست دشمن کے قبضے میں ہے - تو معاً کسی بیرونی تحریک کے ماتحت میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے - اس خیال سے کہ ایسا کرنے سے وہ اب مجھے نگل نہ سکے گا - کیونکہ اس کا منہ چھوٹا ہے - اور میرے ہاتھوں کا پھیلاؤ بہت وسیع ہو گیا ہے - اور ساتھ ہی میں نے دونوں ہاتھوں سے اس نگرمچھ کے منہ اور سر آنکھوں کو نوچنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ کمر سے آگے نگل نہ سکا - بلکہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا - اور اسطرح میں اس کے پھندے سے صحیح سلامت بچ گیا - اور میرے جسم پر کوئی گزند بھی نہ پہنچا - الحمد للہ الحمد للہ

ثم الحمد للہ علیٰ ذالک -

میرے خیالات کی تبدیلی اور قلبی انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے ہندو طلباء اور دوستوں کی بجائے مسلمان طلبا اور لڑکوں سے محبت ہونے لگی - اور روحانی انقلاب کی طرح جسمانی تعلقات میں بھی ایک نمایاں تبدیلی واقعہ ہو گئی - سکول میں کلاس کے اندر اور سکول سے علاوہ اٹھنا بیٹھنا - کھیلنا کودنا - ملنا - جلنا اور چلنا پھرنا - غرض عام سوسائیٹی کے تعلقات کا نقشہ ہی پلٹ گیا

ہمارے استاد ہمیں مضمون نویسی کی مشق کرایا کرتے تھے اور بعض اوقات Debate کلاس میں ہوا کرتی تھی میرے مضامین میں اسلامی رنگ اور Debate میں مسلمانوں کا نقطۂ نظر غالب ہونے لگا - اور نوبت بعض اوقات یہاں تک پہنچ جایا کرتی کہ بعض متعصب لڑکے بحث سے تنگ آ کر کھلم کھلا مجھے مسلمان یا مسلمانوں کا طرفدار کہنے لگ جاتے -

میرے سکول کے ہیڈ ماسٹر اس زمانہ میں ایک مسلمان مولوی فاضل و منشی فاضل مولوی جلال الدین صاحب آف للیانی متصل قصور تھے - اور ان کے نائب ایک صاحب منشی یا مولوی عبداللہ صاحب تھے - وہ بھی غالب اسی قصبہ للیانی ہی کے باشندے یا اس کے آس پاس کے رہنے والے تھے = اور دو استاد ہندو اور سکھ تھے - مضمون نویسی کا بچپن میں مجھے زیادہ شوق تھا - اور اس کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ رسوم ہند کے مطالعہ کا اثر میرے دل پر نہایت گہرا اور پائیدار تھا - میں اسی اثر کے ماتحت مضامین میں سادگی اور اپنی قلبی کیفیات کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کیا کرتا تھا - جس سے ہندو طلبا جو زیادہ متعصب تھے اور آریہ خیالات میں پرورش پاتے تھے خواہ مخواہ کھینچ تان کر مجھے اپنا مقابل بنا لیتے اور اسطرح بحث شروع ہو جاتی - اور یہی وجہ ہوئی کہ ہوتے ہوتے میرے خیالات اور بھی زیادہ وسیع اور پختہ ہوتے چلے گئے - اور مجھے ہندوؤں سے نفرت اور مسلمانوں سے محبت بڑھنے لگی

آخر یہ ہوا کہ میری نشست و برخاست اور ربط اور اختلاط مسلمانوں سے بڑھ گیا - اور ہندوؤں سے قریباً قریباً میں کٹ کر الگ ہی ہو گیا - اور اب میں بجائے مندر و شوالوں اور دیوی دواروں کے مساجد کے دروازوں پر جا کر کھڑا ہوتا - کبھی ان کی چاردیواری پر بیٹھ کر صفیں باندھے قطار در قطار کمربستہ کھڑے مسلم نمازیوں کو خدا کی عبادت کرتے - اس کے حضور گرتے اور اسی سے دعائیں کرتے دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں لطف اٹھاتا - اور اثرات قبول کیا کرتا خصوصاً جبکہ نماز باجماعت ہو رہی ہوتی - اور مسلم لوگ قطار در قطار صفوں میں کھڑے ہوتے - کبھی رکوع کرتے - اور کبھی سجدات میں گر جاتے - یہ نظارہ میرے لئے نہایت ہی دلکش دلآویز اور روح پرور ہوا کرتا تھا -

میں عید کے روز عیدگاہ کی چاردیواری پر جا بیٹھتا اور جمعہ کو جمعہ پڑھنے والوں کی حرکات کو محبت بھری نگاہوں سے جمعہ مسجد کے صحن یا چاردیواری سے جھانک جھانک کر اپنی روحانی ترقی کے سامان اور قلبی مسرت حاصل کیا کرتا تھا - ان باتوں کیلئے میرا کوئی بھی ظاہری محرک نہ تھا - صرف میرے دل کی خواہش اور روحانی تحریک ہی میری محرک ہوا کرتی تھی -

اب مجھے بجائے بت گروں اور بت پرستوں کے موحدوں خدا پرستوں اور بت شکنوں سے محبت تھی - اور بجائے بت خانوں اور بت کدوں کے مساجد اور عیدگاہیں میری روحانی دلچسپی کا موجب تھیں - گھنٹے اور گھڑیال جو مندر اور بت کدوں سے صبح و مسا بجتے وہ میری توجہ کو اب پھیرنے سے قاصر تھے - مگر میرے تیز چلتے ہوئے قدم - دوڑتے ہوئے پاؤں - اور بھاگتا ہوا جسم رکتا - اور قدم لرزہ کھا جاتے تو اس خدائے برتر کے نام سے شروع ہونے والی آواز جو کہ اللہ اکبر - اللہ اکبر سے شروع ہوا کرتی تھی مسجد کے صحن یا مینار میں جہاں بھی ہوتا - جدھر بھی جا رہا ہوتا جس حال میں بھی ہوا کرتا - اذان کے پہلے لفظ پر ہی کھڑا ہو جایا کرتا تھا - اور نہ چلتا - نہ منہ پھیرتا جب تک کہ وہ مقدس آواز پوری ختم نہ ہو جاتی -

میں اذان کے کلمات سے بھی نا آشنا تھا - اس کے معانی مقاصد سے بھی ناواقف تھا - مگر دل میں اس طریق پکار - طرز ندا اور نام خدا کی ایک ہیبت ایک ادب اور ایک قسم کا جوش و نشہ آجایا کرتا - کہ بغیر کسی گزرنے والے ہندو طعنہ زن کے طعنہ کی پرواہ کے مقام ادب پر کھڑا ہو جایا کرتا - اور اس میں مجھے ایک لطف لذت اور سرور ملتا تھا جس کا میں بیان بھی نہیں کر سکتا - گو یہ اس وقت کے مسلمانوں کی تقلید ہی تھی مگر حق یہ ہے کہ مجھے اس راہ سے بھاری برکت ملی -

مسلمانوں کا اس وقت یہ حال تھا - کہ میرے ہیڈ ماسٹر سے لے کر میرے ہم جماعت مسلمان لڑکے حتیٰ کہ بعض میرے خاص دوستوں نے بھولے سے بھی مجھے کبھی کوئی کلمہ خیر نہ کہا - اور نہ ہی اس کی ان کو توفیق رفیق ہوئی - میں دن اور رات ان کے ساتھ رہتا - پڑھتا بھی اور کھیلتا بھی - مگر کبھی کسی نے بھولے سے بھی مجھے تبلیغ نہ کی حتیٰ کہ بعض اوقات میں خود بازار سے نماز کی کتاب خرید کر تنہائی میں بعض دوستوں کے گھر پر پہنچا - اور چاہا کہ وہ مجھے نماز کا سبق پڑھائیں - مگر انہوں نے کبھی کوئی عذر کر کے ٹال دیا - اور کبھی کوئی بہانہ کر کے معذرت پیش کر دی -

راہ نجات طریق النجات اور بعض اردو کتب و رسائل جنکا مجھے پتہ ملتا کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے حتیٰ کہ بعض اوقات بمبئی تک سے بھی بعض رسائل میں ٹکٹ بھیج کر منگاتا پڑھتا - اور لڑکوں میں تقسیم بھی کر دیا کرتا تھا -

بعض سادات گھرانے اور قاضی فیملی شہر میں صاحب ثروت اور علم دوست بھی تھے - اور میرے انہی لوگوں سے تعلقات محبت بھی تھے - مگر ان کی دوستی اور محبت و وفا بھی صرف دنیا تک ہی محدود تھے - جسمانی تعلقات سے آگے روحانی بہبودی اور بھلائی کا کبھی کسی کو خیال بھی نہ آیا - مگر میں ان کی محبت اور صحبت سے فیض یاب ہوتا گیا - اور میری روحانی تربیت گو انہوں نے نہ کی - مگر ان لوگوں کے تعلقات کا اثر ضرور مجھ پر ہوتا ہی چلا گیا - اور وہ بیج جو اللہ پاک نے رسوم ہند کے ذریعہ سے دل میں خود اپنے ہاتھ سے گاڑا تھا - اگ کر بوٹا بنتا گیا - اور وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی آبیاری سے سینچا اور بڑھتا گیا -

مجھے خوب یاد ہے کہ رات کو سوتے وقت میں نے اس بات کا خاص طور سے اہتمام کیا کرتا تھا کہ میری چارپائی ایسے رخ نہ بچھے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں - اور اگر کبھی والدہ محترمہ چارپائی اس طرح بچھا دیتیں تو میں کوشش کر کے بجائے مشرق کے مغرب کو سرہانہ بنا کر سویا کرتا - مجھے یہ بھی یاد ہے کہ بعض اوقات باوجود کوشش کے والدہ مجھے مجبور کرتیں - کہ اسی طرح سو جاؤ - جس طرح انہوں نے چارپائی بچھائی ہوتی - تو میں ان کے حکم کی وجہ سے اسی رخ سو جاتا - مگر سوتے میں اٹھ کر غلبہ خیال کے باعث میں پاؤں بجائے قبلہ کے مشرق کو کر لیا کرتا تھا - اور والدہ صبح کو دیکھ کر خفا بھی ہوا کرتیں کہ یہ کیا عادت ہے کہ تم سرہانے کی بجائے پائینتی کی طرف سو جاتے ہو -

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ۱۸۹۴ء یا ۱۳۱۱ھ کے ماہ رمضان میں مہدی آخر زمان کے ظہور کی مشہور علامت یعنی کسوف اور خسوف پوری ہو گئیں - آج تک وہ نظارہ میری نظر کے سامنے ہے - اور وہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے سنائی دیتے ہیں - جو ہمارے ہیڈ ماسٹر مولوی جمال الدین صاحب نے اس علامت کے پورا ہونے پر سکول کے کمرہ کے اندر ساری جماعت کے سامنے بولے تھے کہ :-

"مہدی آخر الزمان کی اب تلاش کرنی چاہیئے
وہ ضرور کسی غار میں پیدا ہو چکے ہیں - کیونکہ ان
کے ظہور کی بڑی علامت آج پوری ہو چکی"

میں بھی جماعت میں موجود تھا - وہ کمرہ وہ مقام اور لڑکوں کا وہ حلقہ اب تک میری نظر کے سامنے ہے - وہ کرسی جس پر بیٹھے ہوئے مولٰینا نے یہ الفاظ کہے - وہ میز جس پر ہاتھ مار مار کر لڑکوں کو یہ خبر سنائی خدا کے حضور شہادت دیں گے - کہ مولوی صاحب موصوف پر اتمام حجت ہو چکی - "مہدی آخر الزمان" میرے کان ابھی تک اس نام سے نا آشنا تھے - "ان کا کسی غار میں پیدا ہونا ان کے ظہور کی بڑی علامت" یہ الفاظ میرے واسطے اور بھی اچنبھہ تھے - میں مڈل میں تعلیم پاتا تھا - طبیعت میں ٹوہ کی خواہش پیدا ہوئی - استاد سے بوجہ حجاب اور ادب نہ پوچھ سکا - آخر ہم جماعتوں سے اس معمہ کا حل چاہا جنہوں نے اپنے مروجہ عقیدہ و خیال کے مطابق مجھے سارا قصہ کہہ سنایا -

عام مسلمانوں میں ظہور مہدی آخر الزمان کے متعلق جو خیالات - روایات اور قصے کہانیاں رائج تھیں - اور مہدی آخر الزمان کے ظہور سے مسلمانوں کی جو امیدیں وابستہ تھیں - وہ زبان زد خلائق ہیں - ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں - میرے دل میں جو باتیں ان قصوں کو سن کر پیدا ہوئیں - اور جنہوں نے میری روحانیت میں اور اضافہ کیا وہ ذیل کی چند باتیں ہیں -

(۱) تیرہ سو سال قبل ایک واقعہ کی خبر دینا جو دوست دشمن میں مشہور ہو چکی ہو - اور پھر اس کا عین وعدہ کے مطابق پورا ہو جانا -

(۲) وہ واقعہ انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں - بلکہ آسمان پر ہوا جہاں انسان کی پہنچ نہیں - اور نہ ہی انسان کا کسی قسم کا اس میں دخل ہے -

(۳) مہدی آخر الزمان کی شخصیت - اس کا کفر کو مٹانا اور اسلام کو بڑھانا - اور اسلامی لشکر تیار کر کے کافروں کو تلوار کے گھاٹ اتارنا اور مسلمانوں کے فتوحات کے خیالات -

(۴) دعا اور اس کی حقیقت - اور خدا کا بندوں کی دعاؤں کو سننا - اور قبول کرنا - کیونکہ اولیاء امت محمدیہ مہدی آخر الزمان کے ظہور کے لئے دعائیں کرتے رہے ہیں - آخر وہ قبول ہوئیں

(۵) یہ باتیں اسلام کی صداقت کی واضح اور بین دلیل ہیں اور اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے - جو خدا کا پیارا - اور خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے - یہ پنجگانہ امور اپنی مجمل سی کیفیت کے ساتھ میرے دل پر اثر انداز ہوئے - اور اس واقعہ نے میرے ایمان میں ترقی و تازگی اور روحانیت میں اضافہ کر دیا - اور میں بھی مہدی آخر الزمان کو پانے کے لئے بیتاب ہونے لگا - جس کے حصول کے لئے مجھے دعاؤں کی عادت ہو گئی -

میں راتوں کو بھی جاگتا - اور دنوں میں بے قرار رہتا - اور مہدی آخر الزمان کی تلاش کا خیال بعض اوقات ایسا غلبہ پاتا کہ میں دیوانہ وار جنگل میں نکل جایا کرتا - اور پکار پکار کر بعض اوقات رو رو کر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس مقدس وجود کے پانے کے لئے التجائیں کیا کرتا -

چونیاں شہر اور اس کے نواحی کھنڈرات جن لوگوں نے دیکھے ہیں - وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کھنڈرات کتنے پیچیدہ بھیانک اور ڈراؤنے واقع ہوئے ہیں - اور ان کا سلسلہ کتنا لمبا اور خطرناک چلا گیا ہے - خصوصاً شہنشاہ مقبرہ کے آس پاس - مگر میں باوجود اس کم سنی کے تنہائی کی تلاش میں - اور اس خیال سے کہ کوئی متنفس میری آہ و بکا اور دعا و پکار کو سننے نہ پائے - بے دھڑک شوق سے ان کے پیچ در پیچ غاروں کے اندر چلا جاتا - اور دل کھول کر دعائیں کیا کرتا تھا -

ان واقعات کو سننے یا پڑھنے والے تو تعجب کریں گے - میں خود بھی ان حالات کو سامنے رکھ کر بے حد متعجب ہوا کرتا ہوں - اور حقیقت یہی ہے کہ وہ حالات تھے بھی حیرت ناک اور تعجب انگیز - دوران میں دیوانگی اور جنون کا رنگ پایا جاتا تھا میں مجلسی زندگی سے متنفر اور تنہائی پسند ہو گیا - اور آبادی کی نسبت مجھے جنگل اور ویرانے بھانے لگے - اور اسی میں میری راحت - خوشی اور سارا سرور ہوا کرتا تھا

میں کھیل کود کا مشتاق تھا - میرا بدن چھریرا مگر مضبوط تھا - سکول کے جمناسٹک ماسٹر جسمانی ورزش کے کرتبوں - دوڑ - پھاند کرکٹ کی وجہ سے خوش تھے - مگر یہ ساری باتیں ایک عرصہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئیں - اور مجھے کسی چیز میں سوائے تنہائی میں دعا کے دلچسپی باقی ہی نہ رہ گئی - اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تھا - میری عقل - تدبیر یا کوشش کو قطعاً اس میں کسی قسم کا دخل نہ تھا - جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود میری خواہش علم کے بھی بغیر میرے سینہ و دل میں ایمان کا بیج بویا - شگوفہ بنایا اس کی آبیاری فرما کر بوٹا بنا دیا - اسی طرح غیب ہی سے خود سارے سامان اس کی حفاظت اور ترقی کے بھی جمع فرمائے - مجھ سے اگر کوئی دلیل کا طالب ہوتا تو میں نفی میں جواب دیتا - اور یہ بتا سکتا کہ میرے دل میں ان صداقتوں کا آفتاب اور ماہتاب کی طرح یقین ہے اس کے سوا کوئی دلیل نہ تھی - کیونکہ میں نے کسی دلیل سے حاصل نہ کیا تھا - بلکہ خود خدا نے مجھے وہ نور دیا تھا (باقی آئندہ)

وزیر خارجہ ایران کی وفات

میں نے نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ ہز ایکسیلنسی عنایت اللہ سمیعی خان وزیر خارجہ ایران کی وفات کی خبر کو اخبارات میں پڑھا۔

مجھے ذاتی طور پر ۱۹۲۹ء کے آخر ہز ایکسیلنسی کی شرف زیارت کا بغداد میں موقع ملا۔ جہاں آپ جلالۃ الملک فیصل کی حکومت میں ایران کے سفیر فوق العادہ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے میں اسوقت اخبار "اسلامی دنیا" کے جاری کرنے کے خیال سے مصر جارہا تھا۔ میرے اس خیال کو تمام عربی ممالک میں نہایت احترام سے دیکھا گیا تھا۔ بلکہ جلالۃ الملک فیصل نے مجھے کہا کہ اگر بغداد سے اس قسم کا اخبار جاری کرو۔ تو میری حکومت ہر قسم کی ممکن سہولت مہیا کرنیکی کوشش کرے گی۔ مگر بعض وجوہات کی بناپر عذر خواہی چاہی۔ اسی سلسلہ میں تمام اسلامی حکومتوں کے سفراء سے بھی ملا جنہیں ہز ایکسیلنسی سمیعی خان بھی تھے۔ ہز ایکسیلنسی کے بلند اخلاق کا گہرا نقش میرے قلب پر اب تک ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ ان کا چہرا بڑا اور گول تھا۔ ماتھا بہت کھلا اور خندان تھا۔ میرے مقصد کو سن کر اچھل پڑے۔ ایسا ہی اعلیٰ اخلاق کا انہوں نے مظاہرہ فرمایا مجھے ایران جانے کی دعوت دی۔ اور ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرنے کا وعدہ کیا جب میں نے وقت کی تنگی کا ذکر کیا۔ تو آپ نے ہوائی جہاز سے مجھے سرکاری خرچ پر بھیجنے کے لئے فرمایا۔ مگر حالات ایسے تھے کہ میں نے دوسرے وقت پر اس تجویز کو ملتوی کرنا ضروری خیال کیا۔

قیام بغداد کے ایام میں ہز ایکسیلنسی نے متعدد مرتبہ باریاب ہونیکا موقعہ دیا۔ ہر دفعہ چائے اور قہوہ سے تواضع کی۔ اسلامی دنیا کے لئے ایک مفصل اور لمبا مضمون ایران جدید پر لکھ کر ٹائپ کر کے مجھے بھیج دیا میری درخواست پر اپنا فوٹو بھی مرحمت کیا۔ اور قاہرہ سے بھی کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رکھی۔ سمیعی خان ایک مخلص وطن مخلص حکومت انسان تھے۔ اپنے اخلاق کے لحاظ سے بہت بلند اخلاق اور وسیع النظر اور وسیع الحلم انسان تھے۔ انکی وفات سے ایران میں ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جسکا جلد پر ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ عراق سے آپ برلن میں سفیر مقرر کئے گئے تھے اور پھر ایران کے وزیر خارجہ۔ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ نے عالم اسلامی کو متحد کرنے کے سلسلہ میں اسلامی حکومتوں سے ایک معاہدہ کر کے مسلمانوں کی ایک شاندار خدمت سرانجام دی۔ میں اس مہربانی اور سلوک کو مدنظر رکھتے ہوئے جو آپ نے مجھ سے ایام قیام عراق میں فرمایا ضروری سمجھتا ہوں کہ انکی وفات پر چند سطریں لکھ کر عالم اسلامی کے اس قیمتی نقصان پر دو آنسو بہاؤں۔

مسرت افزا ولادتیں

۱۔ یہ خبر نہایت مسرت سے پڑھی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب قبلہ کے بڑے صاحبزادے حکیم مفتی محمد منظور صاحب کو پہلا بیٹا ۷ مارچ کو عطا فرمایا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو عمر دراز دے۔ اور خادم دین نافع الناس بنائے۔ ہم حضرت مفتی صاحب قبلہ اور حکیم صاحب کی خدمت میں اس تقریب پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

۲۔ جناب مرزا گل محمد صاحب سالار جیش نیشنل لیگ کورز کو اللہ تعالیٰ نے ۲۴ مارچ ۱۹۲۸ء کو دوسرا فرزند ارجمند مرحمت فرمایا۔ ہماری دعا ہے کہ یہ مولود اقبالمند۔ صاحب عمر نافع الناس خادم دین ہو۔ ہم صدق دل سے میرزا صاحب موصوف اور خاندان کے تمام ممبروں کی خدمت میں صدق دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

سردار عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے کی جیل سے رہائی

۲۴ مارچ کو ۹ بجے کی گاڑی سے سردار عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے۔ جو اعلائے کلمۃ الحق کے سلسلہ میں سکھ مجسٹریٹ بھائی جسونت سنگھ کی عدالت سے ۱۲ ماہ کے لئے سزایاب ہوگئے تھے۔ اپیل میں عدالت سشن سے جتنی قید بھگت چکے تھے اتنی پر ہی اکتفا کر لینے کے فیصلے کے مطابق رہا ہو کر قادیان واپس تشریف لائے۔

نیشنل لیگ کی طرف سے ان کے استقبال کا انتظام تھا۔ باوردی کور کے علاوہ ایک بہت بڑا مجمع اسٹیشن پر موجود تھا۔ سردار صاحب ہشاش بشاش تھے پلیٹ فارم پر تمام احباب کو مصافحہ کا موقعہ دیا گیا۔ ماسٹر صاحب کو اسقدر پھولوں کے ہار ڈالے گئے کہ وہ سارے جسم پر چھا جانے کے علاوہ کثرت سے اتارنے پڑے۔

مستورات بھی کئی سو کی تعداد میں اپنے مجاہد بھائی کو دیکھنے کے لئے ایک طرف جمع ہوگئی تھیں جنکو سردار صاحب نے بلند آواز سے السلام علیکم کہا سردار صاحب سیدھے مسجد مبارک میں تشریف لے گئے۔

ہم سردار صاحب کو انکی اس مجاہدانہ اور شجاعانہ خدمت پر جو اظہار حق کیلئے انہوں نے ادا کی۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں قید و بند کی تکلیف اٹھائی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی عمر میں برکت دے۔ آمین

وصیتیں

نمبر ۵۰۰۵

منکہ محمد حسین ولد امیر علی قوم قریشی پیشہ درزی عمر ۳۱ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۹ء ساکن کھوٹہ ڈاکخانہ خاص ضلع راولپنڈی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد میری ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے

میری جائیداد اسوقت بمعہ دیگر شرکاء ۱۵ کنال ملکیت جس کی قیمت اس وقت پانصد روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ ۹ کنال زمین غلہ بٹائی نصف موروثی ہے۔ جس کی قیمت ایک سو چالیس روپے ہے۔ اس کے علاوہ ایک کنال گیارہ مرلہ رہن ہے سو روپیہ میں۔ اور دس کنال زمین بارانی سو روپیہ میں رہن ہے۔ اور دو مکان خام قیمت دوسو روپیہ ہے۔ اس جائیداد کے ۱/۳ حصے کا میں مالک ہوں۔ نیز اس جائیداد کے علاوہ میں درزیوں کا کام بھی کرتا ہوں جس کا ماہواری آمد کا اندازہ کام کے گھٹنے بڑھنے کی وجہ سے مشکل ہے۔ اس لئے جو ماہواری آمد ہوگی۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو دیتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور آمدنی۔ یا جائیداد ہوئی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی ادائیگی کا صدق دل سے اقرار کرتا ہوں۔

العبد۔ محمد حسین قریشی احمدی۔

گواہ شد۔ ایم نواب خاں احمدی حال کھوٹہ

گواہ شد:۔ غلام نبی سکنہ کھوٹہ

گواہ شد: سعید اکبر موصی۔

نمبر ۴۵۹۸

منکہ شریفن زوجہ صوبیدار شیر محمد خاں قوم راجپوت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن قادیان محلہ دار العلوم۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۳/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ مہر ایک ہزار روپیہ جو کہ ابھی میرے شوہر کے ذمہ ہے چوڑیاں طلائی چار عدد (چار تولہ) کانٹے وزنی اڑھائی تولہ طلائی۔ بالیاں دو عدد طلائی یک تولہ۔ انگوٹھی طلائی ۱/۲ تولہ۔ چاندی وزنی چالیس تولہ۔ اس وقت ان سب کی قیمت تین صد روپیہ ہوتی ہے۔ یہ کل رقم مبلغ ۱۳صد روپے کے ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میری وفات کے بعد اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کی بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کر دوں۔ تو ایسی رقم یا جائیداد کی قیمت حصہ وصیت سے منہا کر دی جائے گی۔ الامۃ۔ شریفن۔

گواہ شد۔ صوبیدار شیر محمد خاں خاوند موصیہ دار العلوم قادیان۔

گواہ شد: امام دین ولد حکم دین سکنہ محلہ دار الرحمت قادیان بقلم خود

نمبر ۴۹۹۹

منکہ مہدی حسین ولد سید فرزند علی صاحب قوم سید عمر ۱۷ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۳ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۳/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت جائیداد غیر منقولہ بصورت اراضی زرعی موازی ۱۵ گھماؤں بگیمہ بروئے پیمائش موضع سید کھیڑی تعلقہ راجپورہ ریاست پٹیالہ میں موجود ہے جس میں کسی کی شراکت نہیں ہے۔ میں اس کی قیمت نہیں لگا سکتا یہ زمین ریاست پٹیالہ میں واقع ہے۔ اس لئے دوسرے علاقہ میں کوئی نہیں لے سکتا۔ اگر یہ فروخت ہوجائے تو میں اس کی قیمت بحصہ چہارم صدر انجمن احمدیہ قادیان میں ادا کر دوں گا۔ ورنہ اگر انجمن چاہے تو کوئی انتظام فروخت خود کر لیوے۔ میری اس کے سوا کوئی آمد مقررہ نہیں ہے مجھے اگر کوئی آمد کسی ذریعہ سے ہوا کرے گی تو اس کا بھی چہارم حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ یہ میری وصیت چہارم حصہ جائیداد یا آمد کی ہے۔ میری وفات کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہوگی۔ تو اس کے بھی چہارم حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے ورثا کو اسکا پابند ہونا ضروری ہوگا

العبد۔ مہدی حسین خادم المسیح قادیان۔ گواہ شد: خیر دین سیکھوانی بقلم خود

گواہ شد: عطا محمد محرر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

وصیتیں

نمبر ۴۹۶۵

منکہ علی ابن عبد القادر ولد مولوی عبد القادر صاحب ایم اے قوم قریشی عمر تقریباً بائیس سال پیدائشی احمدی ساکن پورینی ضلع بھاگلپور۔ صوبہ بہار۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری جائیداد مبلغ ۱۶۰ روپے نقد کی ہے۔ اور اس کے علاوہ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں اپنی موجودہ جائیداد مبلغ ۱۶۰ روپے کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ اور نیز مرنے کے وقت میری جو جائیداد منقولہ و غیر منقولہ علاوہ رقم مذکورہ بالا کے ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کا صدر انجمن احمدیہ کو وارث قرار دیتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی آمد نہیں ہے۔ لیکن میں وصیت کرتا ہوں کہ میں آئندہ بھی جو آمدنی میری ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔

العبد: علی ابن عبد القادر بقلم خاص۔
گواہ شد: حکیم ابو الخیر محمد سعید سیکرٹری جماعت احمدیہ بھاگلپور۔
گواہ شد: حکیم احتشام الحق بقلم خاص ساکن لال خاں کی درگاہ بھاگلپور۔

نمبر ۴۹۹

منکہ حاکم بی بی زوجہ مرزا عبد الکریم چغتائی قوم راجپوت عمر ۵۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۴ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد مندرجہ ذیل اشیاء پر مشتمل ہے۔

(۱) مشین کپڑا سینے کی ایک عدد قیمتی مبلغ [illegible] روپے۔
(۲) دو عدد بالیاں طلائی ایک تولہ قیمتی ۳۶ روپے۔
(۳) اس کے علاوہ میرا حق مہر مبلغ ۲۲ روپے ہے جو ذمہ خاوند ہے۔ کل میزان ۱۷۸ روپے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں وفات سے قبل کوئی حصہ وصیت یا جائیداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو حصہ وصیت سے منہا کیا جائے گا۔

العبد: حاکم بی بی بقلم خود۔
گواہ شد: مرزا عبد الرؤف دار الفضل میڈیکل ہال
گواہ شد: مرزا عبد الکریم چغتائی خاوند موصیہ۔

نمبر ۴۹۹۱

منکہ امۃ الرحمن زوجہ محمد شفیع صاحب احمدی قوم راجپوت بھٹی عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار الرحمت ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری حسب ذیل جائیداد ہے۔

(۱) ا۔ بالیاں طلائی دو عدد
ب۔ کانٹے طلائی ایک جوڑہ
ج۔ انگوٹھی طلائی ایک عدد کل قیمت ہر سہ زیورات مبلغ یک صد روپیہ۔

(۲) مہر مبلغ دو صد روپیہ (جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے) یعنی اس وقت میری تین صد روپیہ کی جائیداد ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اور اس کے علاوہ بھی اگر بوقت وفات میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ وغیرہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر کے اس کی رسید حاصل کر لوں تو وہ منہا کیا جاوے۔

العبد: امۃ الرحمن بقلم خود

گواہ شد: محمد شفیع انور خاوند موصیہ محلہ دار الرحمت قادیان۔
گواہ شد: چوہدری محمد شریف مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

نمبر ۴۹۹۳

منکہ چوہدری محمد شریف ولد مولوی عبد الحکیم قوم آرائیں پیشہ تجارت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۱ء ساکن قادیان دار العلوم ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ من مظہر ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہے۔ اس وقت میری جائیداد بصورت مکان جو محلہ دار العلوم میں ہے جس کی قیمت تقریباً بارہ صد روپیہ ہے۔ اور تجارت پر اسوقت میرا چھ صد روپیہ لگا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر میرے مرنے پر کوئی جائیداد ثابت ہوگی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس کے علاوہ میں وصیت کرتا ہوں کہ جو میری ماہوار آمدن ہوگی اس کا ۱/۱۰ حصہ بطور وصیت ادا کرتا رہوں گا۔

العبد: چوہدری محمد شریف بقلم خود۔ گواہ شد: محمد نذیر دکاندار برادر موصی۔ گواہ شد: حسن محمد دکاندار قادیان بقلم خود۔

نمبر ۴۹۹۴

منکہ عبد الحکیم ولد نیک شاہ قوم آرائیں سابقہ پیشہ زمیندارہ عمر ۷۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۴ء ساکن قادیان محلہ دار العلوم ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد بصورت زمین وغیرہ کوئی نہیں ہے۔ صرف یک صد روپیہ نقد ہے۔ جو میرے لڑکے نے مجھے دیا ہے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اگر میرے مرنے کے بعد اور کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ میرے ورثاء میری وصیت میں داخل کر دیں گے۔

العبد: عبد الحکیم بقلم خود
گواہ شد: محمد شریف ٹھیکے دار بھٹہ قادیان۔
گواہ شد: محمد نذیر پسر موصی دکاندار قادیان۔

نمبر ۴۹۵۵

منکہ حمید اللہ ولد میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم قوم میر پیشہ ملازمت عمر ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن شیخ پور ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت مندرجہ ذیل جائیداد ہے۔ ایک مکان سکونتی واقع موضع شیخ پور ضلع گجرات جس کی مالیت قریباً چار سو پچاس روپیہ ہے۔ اور دو بیگھہ زمین مزروعہ جس کی مالیت قریباً بارہ سو روپیہ ہے۔ کل قیمت جائیداد ۱۶۵۰ روپیہ ہے۔ جو موضع شیخ پور مذکور میں واقع ہے۔ اس کی ایک چوتھائی کا میں مالک ہوں۔ اس کے علاوہ میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ قریباً پچانوے روپیہ ماہوار ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو کہ بوقت وفات ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کروں۔ تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

العبد: حمید اللہ
گواہ شد: ذکار اللہ برادر موصی۔
گواہ شد: امان اللہ برادر موصی

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپوا کر دفتر اخبار الحکم دار المسیح قادیان سے شائع کیا